4 مغلیہ سلطنت

ہندوستانی برصغیر جیسے وسیع وعریض علاقے پر، جس میں مختلف طرح کے لوگ اور طرح طرح کے مذہب موجود ہوں عہدِ وسطیٰ میں کسی حکمراں کے لیے کامیابی سے حکومت کر لینا انتہائی مشکل بات تھی۔ بہرحال اپنے سے پہلے حکمرانوں کے برخلاف مغلوں نے ایک ایسی کامیاب سلطنت قائم کر لی تھی جس کا امکان ابھی تک صرف مختصر وقفوں کے دوران نظر آتا تھا۔ سولھویں صدی کے دوسرے نصف حصے سے انھوں نے آگرہ اور دہلی سے اپنی حکومت کی توسیع شروع کی یہاں تک کہ سترھویں صدی میں لگ بھگ پورا برصغیر ان کے قبضے میں تھا۔ انھوں نے انتظامیہ کے ایسے ڈھانچے اپنائے اور حکمرانی کے ایسے تصور پیدا کیے کہ ان کے دورِ حکومت کے بعد بھی اپنائے جاتے رہے اور ایک ایسا سیاسی ورثہ اپنے پیچھے چھوڑا جسے ان کے جانشین حکمراں نظر انداز نہ کر سکے۔ آج ہندوستان کا وزیر اعظم یومِ آزادی کے موقع پر اسی لال قلعہ کی فصیل سے قوم کو خطاب کرتا ہے جو مغل شہنشاہوں کے رہنے کی جگہ تھی۔

شکل۔1 لال قلعہ

مغل کون تھے؟

مغل دو عظیم حکمراں خاندانوں کی سلسلے سے تعلق رکھتے تھے۔ماں کی طرف سے یہ چنگیز خان (موت 1227) سے، جو وسط ایشیا کے منگول قبیلوں، چین اور وسط ایشیا کا حکمراں تھا،تعلق رکھتے تھے۔باپ کی طرف سے یہ تیمور (موت 1404) کے جانشین تھے جو ایران،عراق اور آج کے ترکی کا حکمراں تھا۔حالانکہ مغل خود کو مغل یا منگول ،کہلانا پسند نہیں کرتے تھے۔کیونکہ کہ چنگیز خان کے ساتھ بے شمار لوگوں کے قتل عام کی یادوابستہ تھی۔اس کا تعلق از بیگوں سے بھی تھا جو منگولوں میں ہی ان کے مدمقابل تھے۔اس کے بجائے وہ اپنے تیموری نسل سے ہونے پر زیادہ فخر کرتے تھے۔جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کے اس عظیم بزرگ نے 1398 میں دہلی کو فتح کیا تھا۔

آپ کے خیال میں کیا اس تصویر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مغل بادشاہت کو پیدائشی حق تصور کرتے تھے؟

شکل 2

تیمور،اس کے جانشینوں اور مغل شہنشاہوں کی ایک چھوٹی تصویر (مورخہ 1712-1702)۔تیمور مرکزی نشست پر ہے،اس کے دائیں طرف اس کا بیٹا میراں شاہ (پہلے مغل شہنشاہ بابر کے پردادا کا باپ ہے پھر ابوسعید (بابر کا دادا) ہے۔تیمور کے بائیں طرف سلطان محمد مرزا (بابر کے پردادا) اور عمر شاہ (بابر کے باپ) ہیں۔مغل شہنشاہ بابر اکبر اور شاہ جہاں تیسرے، چوتھے اور پانچویں فرد ہیں جو تیمور کے دائیں طرف ہیں،اور بائیں طرف اسی ترتیب سے ہمایوں جہانگیر اور اورنگ زیب ہیں۔

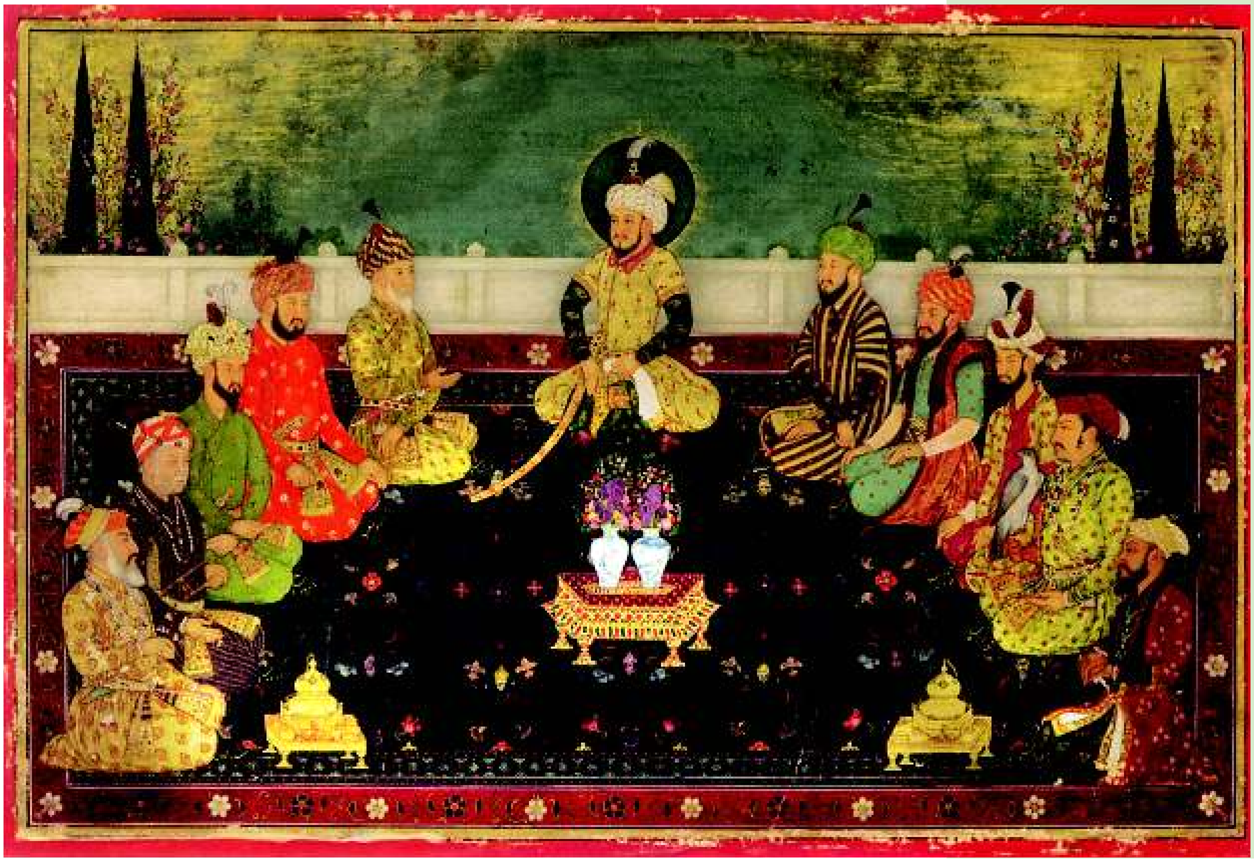

یہ اپنے سلسلہ نسب کو تصویری روپ میں اس طرح فخریہ انداز میں مناتے تھے کہ ہر حکمراں تیمور کے ساتھ اپنی ایک تصویر بنواتا تھا۔شکل 2 کو دیکھیے ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہ ایک گروپ فوٹوگراف ہو۔

مغل فوجی مہمیں

شکل۔3
مغل فوجی مہم پر

پہلا مغل شہنشاہ بابر (1526۔1530) جب صرف بارہ سال کا تھا تو اسے 1494 میں فرغانہ کے تخت پر بیٹھا دیا گیا۔ وہ ایک دوسرے منگول گروپ از بیگ کے دباؤ میں اپنے آبائی تخت کو چھوڑ نے پر مجبور ہوا ۔برسوں مارے مارے پھرتے رہنے کے بعداس نے 1504 میں کابل پر قبضہ کرلیا۔1526 میں اس نے دہلی کے سلطان ابراہیم لودھی کو پانی پت میں شکست دے کرآگرہ اور دہلی پر قبضہ کرلیا۔

جدول:1۔میں مغلوں کی کچھ اہم فوجی مہموں کی فہرست دی ہوئی ہے۔اس پر غور سے نظر ڈالیے اور یہ دیکھنے کی کوشس کیجیے کہ کیا آپ اس میں کچھ طویل مدتی انداز پاتے ہیں۔مثال کے طور پر آپ دیکھیں گے کہ مغل اقتدار کے لیے افغان ایک فوری خطرہ تھے۔مغلوں اوراہوموں (Ahoms) کے درمیان (دیکھیے باب 7)سکھوں (باب 8 اور 9)اور میواڑ اور مارواڑ (باب 9 بھی دیکھیے) کے درمیان رشتوں کو دیکھیے ۔ ہمایوں کی ایرانی صفویوں کے رشتوں میں اکبر کے مقابلے میں کیا فرق تھا؟ کیا اورنگ زیب کے عہد میں گولکنڈہ اور بیجاپور کو حاصل کر لینے کے بعد دکن میں مخالفتوں کا خاتمہ ہوگیا؟

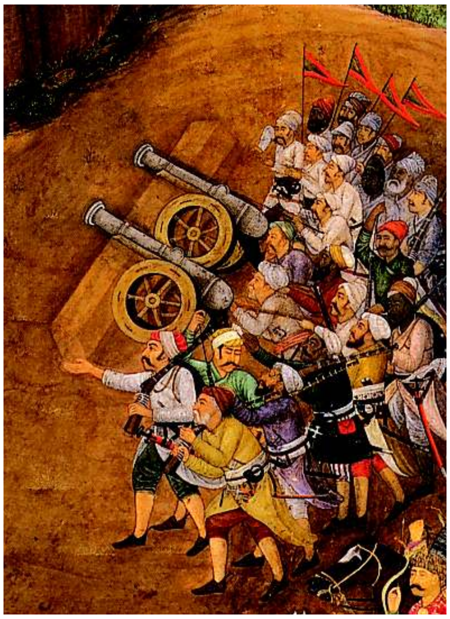

شکل۔4
سولھویں صدی کی جنگوں میں توپیں سازوسامان میں اہم اضافہ تھیں۔ بابر نے انھیں پانی پت کی پہلی جنگ میں موثر انداز میں استعمال کیا۔

جدول۔1

مغل شہنشاہ

خاص فوجی مہمّیں اور واقعات

بابر 1526-1530

1526۔ ابراہیم لودھی اور اس کے افغان مددگاروں کو پانی پت میں شکست دی۔

1527۔ رانا سانگا، راجپوت حکمرانوں اور ان کے اتحادیوں کو کھانوا میں شکست دی۔

1528۔ چندیری میں راجپوتوں کو شکست دی۔

موت سے پہلے آگرہ اور دہلی پر پوری طرح تسلط قائم کر لیا۔

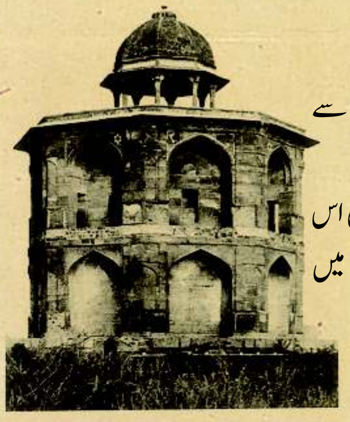

ہمایوں 1530-1540, 1555-1556

(1) ہمایوں کو جو کچھ وراثت میں ملا تھا اسے اپنے باپ کی وصیت کے مطابق تقسیم کر دیا۔ اس کے بھائیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک صوبہ دے دیا گیا۔

اس کے بھائی مرزا کامران کے بڑھتے ہوئے حوصلوں نے ہمایوں کے افغان مدمقابل گروہ کی سلسلے میں اس (ہمایوں) کے مقصد کو نقصان پہنچایا۔ شیر خان نے ہمایوں کو چوسا کے مقام پر (1539) اور پھر قنوج میں (1540) شکست دی۔ جس کی نتیجے میں وہ ایران بھاگ گیا۔

(2) ایران میں ہمایوں کو صفوی شاہ سے مدد ملی۔ اس نے دہلی کو 1555 میں فتح کیا لیکن اگلے سال اس عمارت میں ایک حادثے میں مر گیا۔

اکبر 1556-1605

اکبر جب تخت نشین ہوا تو اس کی عمر 13 سال تھی۔ اس کے عہد حکومت کو تین حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔

(1) 1556-1570۔ اکبر اپنے اتالیق بیرم خان اور اپنے خاندان کے عملے کے اثر سے آزاد ہوا۔ سوریوں اور دوسرے افغانوں کے خلاف فوجی مہمیں شروع کی گئیں۔ پڑوسی بادشاہتوں مالوا اور گونڈوانہ کے خلاف مہمیں ہوئیں اور اپنے سوتیلے بھائی مرزا حکیم اور ازبیگوں کی بغاوتوں کو ختم کیا گیا۔ 1568 میں چتوڑ کی راجدھانی سسودیا اور 1569 میں رنتھمبور کو فتح کیا گیا۔

(2) 1570-1585۔ گجرات میں فوجی مہموں کے بعد مشرق کی طرف بہار، بنگال اور اڑیسہ کی مہمیں ہوئیں۔ ان مہموں میں 1579-1580 کے دوران مرزا حکیم کی طرفداری میں بغاوت کی سلسلے میں کچھ الجھنیں پیدا ہوئیں۔

(3) 1585-1605 اکبر کی سلطنت کی توسیع۔ شمال مغرب کی طرف مہمیں بھیجی گئیں۔ صفویوں سے قندھار لیا گیا۔ کشمیر پر قبضہ کیا گیا اور اسی طرح مرزا حکیم کی موت کے بعد کابل پر قبضہ کیا گیا۔ جنوب کی طرف مہمیں شروع ہوئیں، برار، خاندیش اور احمد نگر کے کچھ حصے سلطنت میں شامل کیے۔ اپنے عہد حکومت کے آخری حصے میں اکبر کی توجہ شہزادے سلیم کی بغاوت کی طرف رہی۔ شہزادہ سلیم اگلا شہنشاہ، جہانگیر ہی تھا۔

جہاں گیر 1627-1605

اکبر کی شروع کی ہوئی فوجی مہمیں جاری رہیں۔ میواڑ کے سسو دیا حکمراں امر سنگھ نے مغل سلطنت کی خدمت قبول کر لی۔ سکھوں، اہوموں اور احمد نگر کے خلاف نسبتاً کم کامیاب مہمیں بھی ایسی ہی رہیں۔

شہزادہ خرم، مستقبل کے شہنشاہ شاہ جہاں، سے حکومت کے آخری برسوں میں بغاوت کی۔ جہاں گیر کی بیوی نور جہاں کی اسے حکومت سے بے دخل کرنے کی کوشش ناکام رہی۔

شاہ جہاں1659-1627

شاہ جہاں کے دورِ حکومت میں دکن کی مہمیں جاری رہیں۔ افغان امیر خان جہاں لودھی نے بغاوت کی اور شکست کھائی۔ احمد نگر کے خلاف مہمیں شروع کی گئیں۔ بندیلوں کو شکست ہوئی اور اورچھا پر قبضہ ہوا۔ شمال مغرب میں ازبیکوں سے بلخ کو حاصل کر لینے کی مہم ناکام رہی اور قندھار پھر صفویوں نے چھین لیا۔ 1632 میں آخر کار احمد نگر سلطنت میں شامل کر لیا گیا اور بیجاپور کی فوجوں نے صلح کی پیش کش کی 1658-1657 میں شاہ جہاں کے بیٹوں کے درمیان جانشینی کی کشمکش شروع ہوئی۔ اورنگ زیب نے فتح حاصل کی اور اس کے تینوں بھائی، داراشکوہ سمیت مارے گئے۔ شاہ جہاں زندگی کے باقی وقت تک آگرہ میں قید رہا۔

اورنگ زیب-1707-1658

(1) شمال مشرق میں 1663 میں آہوموں کو شکست دی، لیکن انھوں نے 1680 میں پھر بغاوت کی۔ شمال مغرب میں یوسف زئی اور سکھوں کے خلاف مہمیں عارضی طور پر کامیاب رہیں۔ مارواڑ کے راٹھور راجپوتوں میں جانشینی کے معاملات اور اندرونی سیاست میں مغلوں کی مداخلت کے نتیجے میں بغاوت ہوئی۔ مراٹھا سردار شیواجی کے خلاف مہمیں ابتدا میں کامیاب رہیں مگر اورنگ زیب نے شیواجی کی بے عزتی کی، وہ آگرہ سے فرار ہوا۔ خود کو آزاد بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا اور مغلوں کے خلاف مہمیں برقرار رکھیں۔ شہزادہ اکبر نے اورنگزیب کے خلاف بغاوت کی اور مراٹھوں اور دکنی سلطنت سے حمایت لی۔ آخر میں وہ ایران کے صفوی بادشاہ کے پاس بھاگ گیا۔

(2) اکبر کی بغاوت کے بعد اورنگ زیب نے دکنی سلطنت کے خلاف فوجیں بھیجیں۔ بیجاپور کو مغلیہ سلطنت میں 1685 میں شامل کر لیا گیا اور گولکونڈہ کو 1687 میں۔ 1698 سے اورنگ زیب نے خود مراٹھوں کے خلاف مہموں کا بندوبست کیا جنھوں نے گوریلا طرز جنگ اپنا لیا۔ اورنگ زیب کو شمالی ہندوستان میں سکھوں، جاٹوں اور ستنامیوں کی بغاوتیں بھی جھیلنی پڑی، شمال مشرق میں اہوموں کی اور دکن میں مراٹھوں کی۔ اس کی موت کے بعد اس کے بیٹوں میں جانشینی کے جھگڑے شروع ہو گئے۔

INDIA: AKBAR'S REIGN, 1605

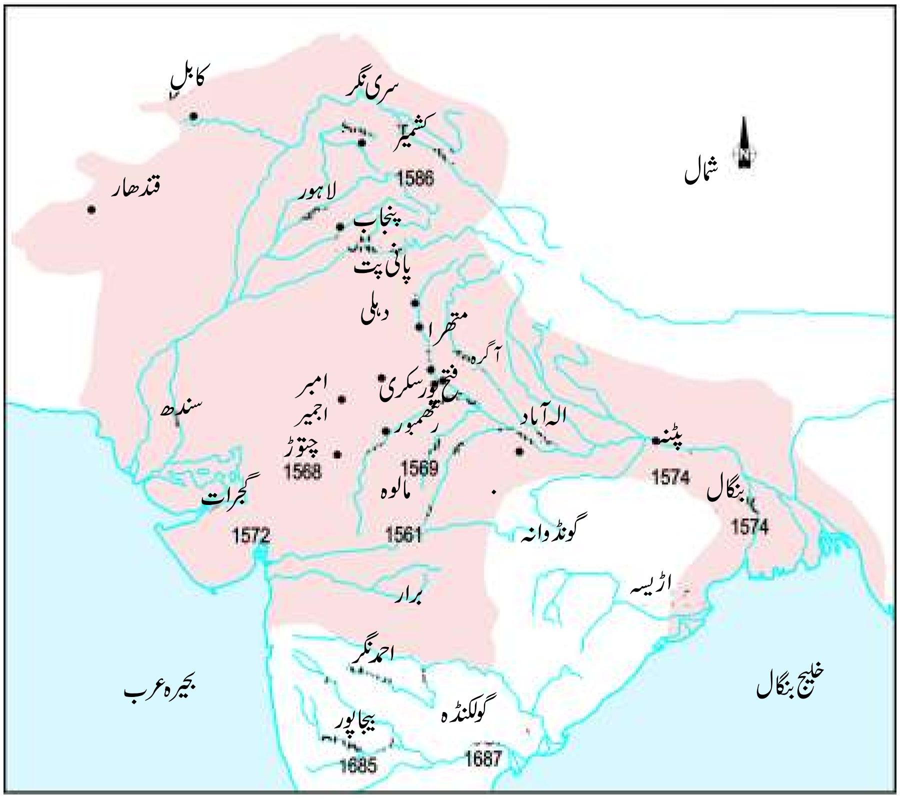

نقشہ۔1

اکبراور اورنگ زیب کی فوجی مہمیں۔

مغلوں میں جانشینی کی روایت

مغل خلف اول کی وراثت کے قانون کونہیں مانتے تھے۔یعنی سب سے بڑا بیٹا اپنے باپ کی جائیداد کا ازخود وارث ہوجائے۔اس کے بجائے وہ مغل اور تیموری طریقے کو اپناتے تھے جس میں مساوی وراثت ،یعنی تمام بھائیوں میں جائیداد کی برابر تقسیم ہوتی ہے۔جدول۔1 میں جن حصوں کو روشن طور پر دکھایا گیا ہے انھیں سمجھنے اور مغل شہزادوں کی بغاوت کی شہادت کے لئے نوٹ کر لیجیے۔آپ کے خیال میں ورثے کی تقسیم کا کون سا طریقہ زیادہ منصفانہ ہے ؟ خلف اول کی وراثت (Primogeniture) یا مساوی وراثت (Coparcenary)؟

مغلوں کے دوسرے حکمرانوں سے تعلقات

جدول۔1 پر ایک بار پھر نگاہ ڈالیے۔آپ دیکھیں گے کہ جن حکمرانوں نے مغل اقتدار کو قبول کرنے سے انکار کیا وہ متواتر ان کے خلاف فوجی مہمیں چلاتے رہے۔لیکن جیسے جیسے مغل مضبوط ہوتے گئے بہت سے حکمراں ازخود ان کے ساتھ شامل ہوگئے۔راجپوت اس کی اچھی مثال ہیں۔ان میں سے بہت سے حکمرانوں نے اپنی بیٹیوں کی شادی مغل خاندانوں میں کی اور بڑی اعلا حیثیتیں حاصل کیں۔مگر کچھ نے مدافعت بھی کی۔

مغلوں کی شادیاں راجپوتوں میں

جہانگیر کی ماں ایک کچھواہا راجکماری تھی جو امبر (موجودہ جے پور) کے راجپوت حکمراں کی لڑکی تھی۔شاہ جہاں کی ماں راٹھور راجکماری تھی ،جو مارواڑ (جودھ پور) کے راجپوت حکمراں کی بیٹی تھی۔

سسو دیا راجپوتوں نے کافی عرصے تک مغلوں کے اقتدار کو قبول نہیں کیا۔ پھر جب ایک بار انھیں شکست ہوگئی اور مغلوں نے ان کے ساتھ باعزت برتاؤ کیا اور انھیں ان کے علاقے (وطن) کو (جاگیروں کے طور پر) ہبہ کر دیا اپنے مخالفوں کو ہرا دینا مگر ان کی بے عزتی نہ کرنے کے درمیان مغلوں نے جو ایک توازن بنایا اسی سے وہ اس قابل ہو سکے کہ بہت سے بادشاہوں اور سرداروں تک اپنا اثر بڑھا سکیں۔ جدول 1 کو دوبارہ دیکھیے کہ جب شیواجی مغل اقتدار کو قبول کرنے کے لیے آیا تو اورنگ زیب نے اس کی بے عزتی کی۔ اس بے عزتی کا کیا نتیجہ نکلا؟

منصب دار اور جاگیردار

جیسے جیسے مغلیہ سلطنت مختلف خطوں سے گزرتی ہوتی وسیع ہوتی گئی مغلوں نے مختلف قسم کے لوگوں کو بھرتی کیا۔ ترکی (تورانیوں) کے ایک چھوٹے سے مرکزی گروہ سے شروع کر کے انھوں نے الگ گروپوں میں توسیع کی جن میں ایرانی، ہندوستانی مسلمان، افغانی، راجپوت، مراٹھا اور دوسرے گروپ شامل تھے۔ جو لوگ مغل خدمات انجام دیتے تھے انھیں منصب دار کہا جاتا تھا۔

'منصب دار' اصطلاح اس شخص کے لیے استعمال ہوتی تھی جس کے پاس کوئی منصب، یعنی رتبہ یا حیثیت ہوتی تھی۔ یہ مغلوں کا استعمال کیا ہوا ایک درجاتی نظام تھا جس کے تحت (1) رتبہ یا حیثیت (2) تنخواہ اور (3) فوجی ذمے داری مقرر ہوتی تھی۔ عہدہ اور تنخواہ کے لیے تو ایک عددقدرہ یا پیمانہ مقرر کیا گیا تھا جسے ذات کہتے تھے۔ ذات جتنی اعلیٰ ہوتی تھی اتنی ہی دربار میں امیر کی حیثیت بڑی اور تنخواہ زیادہ ہوتی تھی۔

منصب دار کو فوجی ذمہ داریوں کے لیے ایک مقررہ تعداد سوار یا گھوڑ سوار سپاہیوں کی رکھنی ہوتی تھی۔ منصب دار اپنے گھوڑسواروں کو جائزہ کے لیے لاتا تھا، ان کے نام درج کراتا تھا، ان کے گھوڑوں کو داغا جاتا تھا اور اس سب کے بعد اسے ان کی تنخواہ ادا کرنے کے لیے رقم ملتی تھی۔

منصب داروں کو اپنی تنخواہ ان جاگیروں کے محصول کی صورت میں ملتی تھی جو انھیں عطا کی جاتی تھیں اور جو تقریباً اقطاع جیسی ہی ہوتی تھیں۔ لیکن مقطیعوں کے برخلاف زیادہ تر منصب دار نہ اپنی جاگیروں میں رہتے تھے اور نہ یہ اس کا بندوبست کرتے تھے۔ منصب دار، اپنی عطا شدہ جاگیروں سے محصول وصول کرنے کا حق رکھتے تھے، جو ان کے ملازموں اور کارندوں کے ذریعے وصول کیا جاتا تھا اور خود ملک کے کسی اور حصے میں خدمات انجام دیتے تھے۔

ذات کی درجہ بندی

5000 ذات والے امرا کا رتبہ 1000 ذات والے سے اونچا ہوتا تھا۔ اکبر کے عہد حکومت میں 29 منصب دار 5000 ذات والے تھے اور نگ زیب کے وقت تک منصب داروں کی تعداد بڑھ کر 79 ہوگئی تھی۔ کیا اس کا مطلب حکومت کے لیے زیادہ خرچ کرنا ہوگا؟

اکبر کے عہد حکومت میں ان جاگیروں کی بڑی احتیاط سے جانچ پڑتال ہوتی تھی تاکہ ان سے آنے والا محصول منصب دار کی تنخواہ کے لگ بھگ برابر رہے۔ اورنگ زیب کے عہد حکومت تک یہ صورت نہیں رہی، اب جو محصول وصول کیا جاتا تھا وہ زیادہ تر منظور شدہ رقم سے کم ہوتا تھا۔ پھر منصب داروں کی تعداد بہت بڑھ چکی تھی جس کا مطلب تھا کہ امرا کو جاگیر ملنے سے پہلے بہت طویل انتظار کرنا پڑتا تھا۔ ان اسباب اور کچھ اور وجوہات کے نتیجے میں جاگیروں کی تعداد میں کمی ہوگئی۔ چنانچہ جن کے پاس جاگیریں تھیں انھوں نے اپنی جاگیروں سے جتنا زیادہ سے زیادہ ممکن تھا محصول وصول کرنا شروع کر دیا۔

شکل-5
منصب دار اپنے سواروں کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے۔

اورنگ زیب اپنے عہد حکومت کے آخری برسوں میں ان نئی الجھنوں کو حل کرنے کے قابل نہیں رہا چنانچہ اس سے کسان طبقے کو بہت سخت مشکلیں جھیلنی پڑیں۔

شکل-6
شاہ جہاں کے عہد حکومت کی ایک چھوٹی تصویر سے حاصل کی گئی تفصیل جس میں اس کے باپ کے دور میں انتظامات میں بے ایمانی کو دکھایا گیا ہی۔
(1) ایک رشوت خور افسر رشوت لیتے ہوئے۔
(2) محصول وصول کرنے والا ایک کارندہ غریب کسانوں کو سزا دیتے ہوئے۔

ضبط اور زمیندار

مغل حکمرانوں کے پاس آمدنی کا سب سے اہم ذریعہ کسان طبقے کی پیداوار پر ٹیکس لگانا تھا۔ زیادہ تر جگہوں پر کسان گاؤں کے اعلا طبقے کے توسط سے لگان ادا کرتے تھے۔ یعنی مکھیا یا سردار۔ مغلوں نے ان تمام درمیانی ذریعوں (بچولیوں) کو بیان کرنے کے لیے ایک اصطلاح زمیندار دی تھی خواہ گاؤں کے وہ مقامی مکھیا ہوں یا طاقت ور سردار۔

اکبر کے وزیر محصولات (آمدنی) ٹوڈرمل نے بڑی احتیاط سے فصلوں کی پیداوار کا جائزہ لیا جو 1580-1570 کے درمیانی دس برس میں قیمتوں اور زیر کاشت علاقوں کی بنیاد پر تھا۔ اس اعداد و شمار کی بنیاد پر ہر فصل پر نقد محصول لگانا مقرر کیا گیا۔ ہر صوبے کو محصول وصولی کے حلقوں میں بانٹا گیا تھا، ہر حلقے کا اس کے یہاں اگنے والی فصل پر مقررہ لگان کا ایک الگ جدول تھا۔ اس محصول نظام کو ضبط، کہا جاتا تھا۔ یہ ان علاقوں میں رائج تھا جہاں کی زمینوں کا مغل بندوبست جائزہ لے سکتا تھا اور ان کا بہت احتیاط سے ریکارڈ رکھا جاتا تھا۔ یہ گجرات اور بنگال جیسے صوبوں میں ممکن نہیں تھا۔

بعض علاقوں میں زمیندار کافی طاقت ور ہو گئے تھے۔ مغل بندوبست کے کارکنوں کے ہاتھوں بے جا فائدہ اٹھانے (استحصال) کے نتیجے میں کبھی کبھی یہ بغاوت بھی کر بیٹھتے تھے۔ کبھی کبھی ایک ذات کے کسان اور زمیندار مل کر مغل اقتدار کے خلاف بغاوت کر دیتے تھے۔ ان کسان بغاوتوں نے مغلیہ سلطنت کے استحکام کو سترھویں صدی کے آخر سے چنوتی دینی شروع کر دی تھی۔

شکل۔7
اکبر ابوالفضل سے اکبر نامہ لیتے ہوئے۔

اکبرنامہ اور آئین اکبری

اکبر نے اپنے ایک قریبی دوست اور درباری ابوالفضل کو حکم دیا کہ وہ اس کے دور حکومت کی ایک تاریخ لکھے۔ چنانچہ ابوالفضل نے اکبر نامہ کے عنوان سے تین جلدوں میں یہ تاریخ لکھی۔ پہلی جلد میں اکبر کے آبا واجداد کا ذکر تھا، دوسری جلد میں اکبر کے دور میں پیش آنے والے واقعات لکھے گئے تھے۔ اس کی تیسری جلد آئین اکبری ہے، جس میں اکبر کے انتظامیہ یا بندوبست، گھر کے حالات، فوج، محصول، اور اس کی سلطنت کا جغرافیہ بیان کیا گیا ہے۔ اس میں اس زمانے کے ہندوستان کے باشندوں کی روایات، کلچر کا بہت گہرا بیان بھی ہے۔ آئین اکبری کا سب سے دلچسپ پہلو اس میں دی گئی بہت سی مختلف چیزوں کے بارے میں وہ گہرے اعداد وشمار ہیں جو فصلوں، پیداوار، تنخواہوں اور محصولوں تک پر پھیلے ہوئے ہیں۔

اکبر کی پالیسی پر ایک عمیق نظر

انتظامیہ کے خاص خاص اصول جو اکبر نے طے کیے تھے انھیں ابوالفضل نے اکبر نامہ, اور اس کے بھی آخری حصے، آئین اکبری میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

ابوالفضل نے تفصیل لکھی ہے کہ پوری سلطنت کو صوبوں میں تقسیم کیا گیا ہے جن کا سرکاری انتظام ایک صوبے دار کرتا ہے اور یہی سیاسی اور فوجی ہر طرح کے فرائض انجام دیتا ہے۔ ہر صوبے دار کا ایک مالیاتی افسر (فائنانشیل آفیسر) ہوتا ہے جسے 'دیوان' کہا جاتا ہے۔ صوبے میں امن وامان

برقرار رکھنے کے لیے صوبے دار کی کچھ اور افسر بھی مدد کرتے تھے، جیسے فوج کی تنخواہوں کا افسر (بخشی) مذہبی اور خیراتی سرپرستی کا سربراہ (صدر) فوجی کمانڈر (فوج دار) اور شہری پولس کا کمانڈر (کوتوال)۔

جہاں گیر کے دربار میں نور جہاں کا اثر

مہرالنساء نے شہنشاہ جہاں گیر سے 1611 میں شادی کی اور اسے نور جہاں کا لقب ملا۔ یہ بادشاہ کی بے حد وفادار اور مددگار رہی۔ اس کی عزت افزائی کرتے ہوئے جہانگیر نے چاندی کے ایسے سکے چلوائے جن کے ایک طرف اس کے اپنے القاب تھے اور دوسری طرف ''ملکہ بیگم نور جہاں کے نام سے جاری'' کندہ تھا۔

ملکہ بیگم نور جہاں کے حکم (فرمان) کی دستاویز ہے مربع مہر میں لکھا ہوا ہے اعلاترین اور فوقیت یافتہ ملکہ معظّمہ نور جہاں بادشاہ بیگم کا حکم، گول مہر میں بیان کیا گیا ہے، شاہ جہاں گیر کے سورج سے یہ چاند کی طرح روشن ہوگئی۔ نور جہاں پادشاہ خاتونِ زمانہ ہوجائے۔

شکل۔8
نور جہاں کا فرمان

اکبر کے امرا بڑی بڑی فوجوں کی کمان سنبھالتے تھے اور سلطنت کی آمدنی کی بہت بڑی رقموں تک پہنچ رکھتے تھے۔ جب تک یہ وفادار تھے تو سلطنت کا کاروبار مستعدی سے چلتا رہا مگر سترھویں صدی کے آخر تک بہت سے امرا نے اپنے ذاتی بڑے بڑے سلسلے پھیلا لیے تھے۔ اپنی سلطنت کے لیے ان کی وفاداری کا جذبہ خود اپنے فائدے کے لالچ میں کمزور ہوگیا۔

1570 کے دہے میں جب اکبر فتح پورسیکری میں تھا تو اس نے عالموں، برہمنوں، عیسائی پادریوں جو رومن کیتھولک عقیدے کو مانتے تھے، اور زرتشتیوں سے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ مباحثے، عبادت خانے میں ہوا کرتے تھے۔ اسے مذہب اور مختلف لوگوں کے سماجی رسم ورواج کو جاننے سے دلچسپی تھی۔ مختلف عقیدے کے لوگوں سے میل جول اور قریب رہ کر اکبر کو یہ احساس ہوا کہ وہ مذہبی علما جو مذہبی رسوم یا بندھے ٹکے کاموں پر زور دیتے ہیں وہ کٹر یا ناروادار ہوتے ہیں۔ اس خیال کے نتیجے میں اکبر صلح کل، یا عالمی امن آشتی کے تصور کی طرف راغب ہوا۔ اس رواداری کے تصور کے تحت اس کی سلطنت میں موجود مختلف مذاہب کے لوگوں کے درمیان کسی قسم کے امتیاز کا

جامد عقیدہ (Dogma)
کوئی ایسا بیان یا کسی بات کی ایسی تفسیر کا اعلان جو تحکمانہ انداز سے کیا جائے اور یہ امید کی جائے کہ لوگ اسے بے چوں وچرا مان لیں گے۔

کٹر مذہبی (Bigot)
وہ شخص جو کسی دوسرے شخص کے مذہبی عقیدوں یا کلچر کو برداشت نہیں کرتا۔

شکل 9
عبادت خانے میں اکبر مختلف عقیدے کے عالم افراد سے گفتگو کرتے ہوئے۔

?
کیا آپ اس تصویر میں عیسائی پادریوں کو پہچان سکتے ہیں؟

سوال پیدا نہیں ہوتا تھا، بلکہ اس کا نشانہ ایک اخلاقی نظام، ایمانداری، انصاف، امن، جو ہر شخص کے لیے یکساں طور پر قابل عمل تھے، پر تھا۔ ابوالفضل نے صلح کل کے اس مرکزی نقطے پر مبنی تصور کے مطابق حکومت کے کاروبار کا ڈھانچہ ابھارنے میں اکبر کی مدد کی۔ حکومت کے اسی طریقے کو جہاں گیر اور شاہ جہاں نے بھی اپنایا۔

صلحِ کُل

جہاں گیر نے اپنے باپ اکبر کی صلح کی پالیسی کو ان الفاظ میں بیان کیا تھا:

جس طرح اللہ کے وسیع دامن رحمت میں ہر طبقے اور ہر مذہب کے پیروں کے لیے جگہ موجود ہے اسی طرح ....اس کی شاہانہ مملکتوں میں جو ہر طرف سے صرف سمندر سے گھری ہوئی تھی، متضاد مذہب کے مبلغوں، اچھے اور برے عقیدوں کی لیے جگہ موجود تھی اور ناروا داری یا کٹر پن کی راہ بند تھی۔ سنی اور شیعہ ایک مسجد میں ملتے تھے۔ اس نے متواتر، عالمی امن و آشتی (صلح کل) کے اصول کی پیروی کی۔

سلطنت مغلیہ سترھویں صدی اور اس کے بعد

مغلیہ سلطنت کی انتظامی اور فوجی کارکردگی نے بڑی معاشی ترقی اور تجارتی خوش حالی کی راہیں کھولیں ۔ دنیا بھر کے سیاحوں نے اسے 'کہانیوں والا دولت کا ملک' کہا ہے۔ مگر یہی سیاح اتنے زبردست طمطراق اور ٹھاٹ باٹ کے ساتھ ساتھ اس غربت وافلاس سے متنفر بھی نظر آتے ہیں جو یہاں پل رہی تھی۔ عدم مساوات عام تھی۔ شاہ جہاں کی حکومت کے بیسویں سال کی دستاویزات ہمیں بتاتی ہیں کہ کل 8000 میں سے صرف 445 لوگ اعلاترین منصبوں پر فائز تھے۔ منصب داروں کی اس چھوٹی سی تعداد۔ صرف 5.6 فی صد کو خود ان کی اور ان کے سپاہیوں کی تنخواہ کے طور پر سلطنت کی آمدنی کا 61.5 فی صد حصہ مل جاتا تھا۔

مغل شہنشاہ اور ان کے منصب دار اپنی آمدنی کا ایک بڑا حصہ تنخواہوں اور اشیا خریدنے پر خرچ کرتے تھے ۔ یہ خرچ ان دست کاروں اور کسان طبقوں کو ضرور فائدہ پہنچاتا تھا جو یہ اشیا اور پیداوار انھیں فراہم کرتے تھے۔ مگر جس مقدار میں محصول وصول کیے جاتے تھے اس کی وجہ سے ابتدائی پیداوار کرنے والوں کے ہاتھوں میں آگے کی سرمایہ کاری کے لیے بہت کم سرمایہ بچتا تھا۔ ان میں سب سے غریب لوگ زندگی گزارنے کے لیے بھی مشکل سے حاصل کر پاتے تھے اس لیے وہ اپنے ذرائع، اوزاروں اور سامان میں مشکل سے ہی کچھ اضافہ کر پاتے تھے جس سے ان کی پیداوار بہت بڑھتی ۔ متمول کسان طبقہ، دست کاری گروہ، بیوپاری اور بینک اور روپے پیسے کا کاروبار کرنے والے اس معاشی دنیا میں سب سے زیادہ فائدے میں تھے۔

زبردست دولت اور ذرائع پر گرفت کی وجہ سے سترھویں صدی کے آخری حصے میں مغل اشرافیہ گروپ کچھ اشخاص کا انتہائی مضبوط اور طاقت ور گروہ ہو گیا تھا۔ پھر جیسے ہی مغل شہنشاہ کے اقتدار و اختیار میں کچھ کمی واقع ہوئی تو خود اس کے خدمت گذار مختلف خطوں میں طاقت کے مضبوط مرکز بن کر سامنے آنے لگے۔ انھوں نے نئے شاہی خاندانوں کے سلسلوں کی بنیاد رکھی اور حیدر آباد اور اودھ جیسے صوبوں پر اپنی گرفت بنائی ۔ حالانکہ وہ دہلی کے مغل شہنشاہ کو اپنا آقا اور سردار ہی کہتے رہے مگر اٹھارھویں صدی تک سلطنت کے صوبے اپنی ایک خود مختار اور آزاد حیثیت بنا چکے تھے۔ ان کے بارے میں آپ باب 10 میں کچھ اور پڑھیں گے۔

کہیں اور

بادشاہ اور ملکائیں

سولھویں صدی میں دنیا کے کچھ اور حصوں میں بڑے بڑے حکمراں، سبھی تقریباً ہم عصر، موجود تھے۔ ترکی کی عثمانی سلطنت کا سلطان سلیمان ان میں شامل تھا، 1520-1566۔ اس کے دور میں عثمانی حکومت یورپ تک پھیل گئی اس نے ہنگری پر قبضہ اور آسٹریا کا محاصرہ کرلیا۔ اس کی فوجوں نے بغداد اور عراق پر بھی قبضہ کیا اور شمالی افریقہ کا بڑا حصہ یہاں تک کہ مراقش تک عثمانیوں کے اقتدار کو تسلیم کیا جاتا تھا۔ سلیمان نے عثمانی بحریہ فوج کو دوبارہ بنایا۔ بحیرہ روم کے مشرقی حصے پر اس کے قبضے کے نتیجے میں اس کی بحریہ فوج اسپین (اندلس) کی بحریہ فودج کی مدمقابل ہوئی۔ بحیرۂ عرب میں اس نے پرتگال کو للکارا۔ اس حکمراں کو 'القانونی' کا خطاب دیا گیا (یعنی قانون دینے والا) کیونکہ اس کے دور حکومت میں بہت بڑی تعداد میں قانون پاس ہوئے تھے۔ ان کا مقصد انتظامیہ کے طریقۂ کار میں ایک یکساں معیار یا طرز عمل پیدا کرنا تھا تاکہ یہ وسیع ہوتی ہوئی سلطنت کے مختلف علاقوں پر عائد کیا جاسکے اور خصوصاً کسان طبقے کا جبریہ مزدوری اور غیر معمولی محصولوں سے تحفظ کر سکے۔ بعد میں سترھویں صدی میں جب عثمانی مقبوضہ علاقوں میں عوامی نظم وضبط میں گراوٹ آتی تو اس وقت سلیمان قانونی کے عہد حکومت کو نمونے کی حکومت کے طور پر یاد کیا جاتا تھا۔

اکبر کے دوسرے ہم عصروں کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے۔ انگلستان کی ملکہ الزبیتھ (1558-1603) ایران کا صفوی حکمراں شاہ عباس (1588-1629) اور اختلافی روسی حکمراں زاو آئیوان آئی وی ویسلیوچ (Czsr IvamIVVasilych) جسے آئیوان خوفناک، بھی کہا جاتا ہے (1530-1584)۔

ذرا تصور کیجیے

آپ کو ایک سلطنت ورثے میں مل گئی ہے۔ یاد رہے جب بابر اور اکبر حکمراں بنے تھے تو وہ آپ ہی کے عمر کے تھے۔ آپ اپنی سلطنت کو مستحکم اور خوش حال کیسے بنائیں گے؟

ذرا یاد کیجیے

1۔ مناسب لفظوں کے ساتھ جوڑیے:

منصب	مارواڑ
منگول	گورنر
سسودیا راجپوت	ازبیگ
راٹھور راجپوت	میواڑ
نور جہاں	رتبہ
صوبہ دار	جہان گیر

2۔ خالی جگہوں کو پر کیجیے

(a) اکبر کے سوتیلے بھائی مرزا حکیم کا دارالسلطنت.....تھا

(b) دکن کی پانچ سلطنتیں تھیں۔ برار، خاندیش، احمد نگر.....اور........۔

(c) اگر منصب دار کے رتبے کو ذات اور تنخواہ متعین کرتی تھی تو سوار اس کے......کا اظہار کرتے تھے۔

(d) اکبر کے دوست اور مشیر ابوالفضل نے......کے تصور کا خاکہ بنانے میں اکبر کی مدد کی تاکہ وہ ایک ایسے معاشرہ یا سماج پر حکومت کر سکے جو بہت سے مذہبوں، کلچروں اور ذاتوں پر مشتمل تھا۔

3۔ مغلوں کے زیر اختیار مرکزی صوبے کون کون سے تھے؟

4۔ منصب دار اور جاگیر دار میں آپسی رشتہ کیا تھا؟

ہمیں سمجھ لینا چاہیے

5۔ مغل انتظامیہ میں زمینداروں کا کیا کردار تھا؟

6۔ حکومت کے انتظام کے سلسلے میں اکبر کے تصور کے لیے مذہبی عالموں کے بحث مباحثوں کی کیا اہمیت تھی؟

7۔ مغل اپنے لیے منگول سلسلۂ نسب کی بجائے تیموری سلسلۂ نسب کو کیوں اہمیت دیتے تھے؟

کلیدی الفاظ

مغل

منصب

جاگیر

ذات

سوار

صلح کل

خلف اول کی

وراثت

مساوی وراثت

ضبط

زمیندار

آیئے مباحثہ کریں

8۔ مغل سلطنت کے استحکام کے لیے زمینی محصولات کی آمدنی کتنی اہمیت رکھتی تھی؟

9۔ مغلوں کے لیے اپنے منصب داروں کو صرف ایرانیوں اور تورانیوں کی بجائے مختلف پس منظر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو منتخب کرنا کیوں اہمیت رکھتا تھا؟

10۔ مغلیہ سلطنت کی طرح آج بھی ہندوستان بہت سے سماجی اور تہذیبی اکائیوں کا مجموعہ ہے۔ کیا اس سے قومی یکجہتی کے لیے چنوتی پیدا ہوتی ہے؟

11۔ مغلیہ سلطنت کے لیے کسان اہمیت رکھتے تھے۔ آپ کے خیال میں، کیا وہ آج بھی اتنی ہی اہمیت رکھتے ہیں؟ کیا مغل دور کے مقابلے میں آج ہندوستان میں امیر اور غریب کے درمیان آمدنی کا فرق بہت بدل گیا ہے؟

آیئے کچھ کریں

12۔ مغلیہ سلطنت نے برصغیر کے مختلف خطوں میں طرح طرح سے اثرات چھوڑے۔ معلوم کرنے کی کوشش کیجیے کہ آپ جس خطے یا گاؤں میں رہتے ہیں اس